

دارالعلوم ندوۃ العلماء



تعمیر حیات

پندر روزہ سلسلہ

۲۲ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ
مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۶۷

شعبہ
تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لاہور

چندہ سالانہ سات رتبے
قیمت فی پرچہ ۳۰ روپے

اچھے پیر = سید محمد سعید حسینی
معاون = سید الامام عظیم ندوی

۱۔ تکرار
۲۔ ای رتبہ
۳۔ کا اعتراف
۴۔ حلا کرنے

Regd - No L 1981

Phone No. 22948

TAMEER-E-HAYAT

(FORTNIGHTLY)

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تیسرا کردہ نصاب

قرآن الکریم
۱۔ تلاوت و ترجمہ
۲۔ اس کی تعلیم و ترویج
۳۔ اس کی تعلیم و ترویج
۴۔ اس کی تعلیم و ترویج
۵۔ اس کی تعلیم و ترویج

تعمیر حیات
۱۔ تکرار
۲۔ ای رتبہ
۳۔ کا اعتراف
۴۔ حلا کرنے

تعمیر حیات
۱۔ تکرار
۲۔ ای رتبہ
۳۔ کا اعتراف
۴۔ حلا کرنے

تعمیر حیات
۱۔ تکرار
۲۔ ای رتبہ
۳۔ کا اعتراف
۴۔ حلا کرنے

۱۔ تکرار
۲۔ ای رتبہ
۳۔ کا اعتراف
۴۔ حلا کرنے

Cover printed at Nadwa Press, Lucknow.

۲۲ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ

مطابق

۲۵ نومبر ۱۹۶۷ء

تعمیر حیات

شعبہ تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چندہ

سالانہ سات روپے
ششماہی چار روپے
فنی کاپی ۳۰ پیسے

جلد نمبر ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شمارہ نمبر ۲

سائے پانچ مہینے گزرنے کے بعد!

از سعید الہی

۲۲۲۶
۳۸۵۴۳
۹۱۱

یہ ہیں۔ اثنی ابلغت المسئولين العسکریین عندی
ان الحریک متکون لیوم الاثنین علی التقدیر
دین نے اپنے نزدیک فوج کے ذمہ داروں کو یہ اطلاع دی تھی کہ جنگ تین طورہ و شنبہ
کے دن ہوگی۔

اسکے بعد پھر یہ کہنا کہ حملہ اچانک ہو گیا تھا ایک نو اور دو روز کا تاویل ہے
اس سے اس شکست کے اصل اسباب اور حقائق پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔
اس موضوع پر ایک اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ مزید وضاحت کی ضرورت
نہیں ہم موقت صرف ان چند اسباب کی طرف اشارہ کر کے واقعات کی روشنی میں
یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ ان اسباب کو علوٰی اور حکومتی دونوں سطح پر رائل
کرنے کی کتنی کوشش کی گئی۔ اور کہاں تک حالات میں تبدیلی پیدا ہوئی۔

شکست کے اسباب میں یہ تقویر تقریباً ہر مصر کے نزدیک قدر مشترک
ہے کہ عام عرب فوج اور خصوصاً مصری فوج سے نڈائیت اور قربانی کے اس
جذبہ سے جنگ نہیں لڑی جس جذبے سے اسرائیلی فوج لڑ رہی تھی اور جنگ
کی جو ٹیکنیک اسرائیلی فوج نے اپنائی تھی، اس سے عرب فوج یکسر عاری تھی
۔ یہاں تک کہ عرب فوج میدان جنگ میں بھی عام طور سے ان تمام حالات کا
شکار تھی جو عموماً خدا ایثار قوموں اور ان کی بے ضمیر فوجوں میں پائے جاتے ہیں
دوسری طرف اسرائیلی فوج نہ صرف اپنے جوانوں کے قابض اندرونی جذبہ سے
لیس تھی، بلکہ اسرائیلی عورتیں اور ان کی لڑکیاں بھی اس شان سے جنگ میں
حقدار رہی تھیں کہ سینا میں متقدمہ اڈوں پر انھوں نے مصری فوج کو ہتھیار ڈالنے
پر مجبور کر دیا، کسی جنگ میں شکست کا یہ سب سے بڑا سبب ہے کہ فوج اندرونی

۹ نومبر کو عرب اسرائیل جنگ پر پورے پانچ مہینے گزر چکے ہیں،
اور اب چھٹا مہینہ بھی تقریباً نصف گزر چکا ہے، اس اشار میں جنگ کے
تلخ نتائج اور اس کے حقیقی اسباب پر کافی بحثیں ہوئیں، اور تقریباً ہر تبصرہ کرنے
والے نے عربوں کی شکست کے اس غیر معمولی و افتخار کو بے انتہا اہمیت دی اور
اسکو اسلامی تاریخ کا ایک ایسا المیہ قرار دیا جسکی مثال قوموں کی تاریخ میں
بہت کم ملتی ہے، اس شکست کی اہمیت اس لئے بھی اور زیادہ بڑھ جاتی
ہے کہ عرب اسرائیل کے مقابلہ میں ایک متحدہ طاقت تھے، ان کے آپس میں خواہ
جتنے بھی اختلافات رہے ہوں لیکن وہ فلسطین کے مسئلہ پر اور صیہونیت کے
مقابلہ میں ایک آواز تھے، اور ان کی تعداد اسرائیل سے چالیس گنا زیادہ تھی۔
اب تک اس تاریخی المیہ کے پہرے سے نقاب جس طرح اٹھ چکی ہے اور
جتنے حقائق سامنے آچکے ہیں اس سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ عربوں
کی صف میں اسرائیل کو از غناہ ایک بڑی تعداد میں خفیہ طور پر موجود تھے، یہ
عصر منصب قیادت سے لیکر میدان جنگ تک اپنا کام کرتا رہا، اور عرب کے
بھیس میں یہودی خواب کو ترنندہ تبدیل کرانے میں اس نے کوئی کسر اٹھانے کو
حد تو یہ ہے کہ شامی علاقہ میں قبیلہ کو جو اب یہودیوں کے قبضہ میں ہے وہاں
کے قائدین اور حکام نے از خود یہودیوں کے حوالہ کرایا، اور اس کے سقوط سے پہلے
ہی ریڈیو سے یہ اعلان کر دیا کہ قبیلہ پر یہودی فوج کا قبضہ ہو گیا۔

مصر کے صدر نے اپنی ۲۳ جولائی کی تقریر میں صراحت سے اس بات
کا اعتراف کیا ہے کہ ان کو متین طور سے مطلع تھا کہ دو شنبہ ۵ جون کو اسرائیل
حکمرانے والا ہے، اور اس کا پہلا نشانہ ہماری فضائی طاقت ہوگی، ان کے الفاظ

جذبہ سے یا نکل جاتی ہو، اور اس کو اپنی
پرستی اور عیش کوئی کے سامنے اس بات کی
مطلق پروا نہ ہو کہ انجام کسی صورت میں
ظاہر ہوگا۔ اور پھر اور ہمارے ملک کا
کیا حشر ہوگا، بالکل یہی صورت اس
جنگ میں پیش آئی، بجز ان ٹھنی بھر جاہل
کے جنہوں نے اپنے ذاتی احساس کی بنا
پر مجاہدانہ شان سے دشمن کا مقابلہ کیا، اور
اس کو نقصان پہنچا کر شہید ہوئے۔
لیکن اب دیکھتا ہے کہ ان فوجوں
کے قائدین نے حضورؐ اس جنگ کے
ذمہ دار ملک ان حالات کو زائل کرنے
اور ان کو دوسرے صحیح حالات سے بدلنے
میں اپنی طویل مدت گزار جانے کے باوجود
کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے اور
خدا کا خوف و ڈر داری کا احساس اور
تسخیر نتائج پر رنج و غم کا اظہار اور مذمت
کا احساس کس درجہ میں پیدا ہو سکتا ہے
ایک جو باتیں سامنے آ رہی ہیں
اور جس طرح احتیاط اور خوف کے طے
جلے جذبہ سے دشمن کا نام لیا جا رہا ہے
اس کے جارحانہ عزائم کے سامنے جس طرح
مصالحانہ رویہ اختیار کیا جا رہا ہے اور
اس کے انسانیت سوز اور وحشیانہ
منظالم کو جس طرح نظر انداز کر کے اس
سے کسی نہ کسی بہانے مضامنت کی کوشش
کی جا رہی ہے، یہ سب باتیں علامت
ہیں اس بات کی کہ جنگ سے پہلے جن
حالات کو ہم نے اپنا یا تھا آج اپنی ذمت
گزر جانے کے بعد بھی جینے وہی حالات
ہم کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان میں ذرہ
برابر بھی فرق نہیں آیا ہے، بلکہ نظریہ
اور دشمنی نواز طاقتوں پر اعتماد اور ان کے
سامنے نال ہو سکتے کے جذبات تو شاید
پہلے سے بھی کچھ بڑھ گئے ہیں۔
دین کا آج بھی اسکا طرح مذاق
اڑایا جا رہا ہے جس طرح پہلے اڑایا جاتا
تھا، علامتے دین اور اسلامی شان و
کی اسی طرح بے حرمتی کی جا رہی ہے،
جس طرح پہلے جاتی تھی اسلام کو دیکھنا

دینے کے لئے ہر طرح کی طاقتیں اسکا
طرح استعمال کی جا رہی ہیں اور جنگی
تدبیروں میں صرف بیرونی طاقتوں اور
بڑی حکومتوں کے اعتماد کی بجائے مانگی
جا رہی ہے اور ان کو خوش کرنے کے لئے
ہر قیمت اور کرنے کی پیشکش کی جا رہی
ہے، اور اسلام دشمن ملکوں سے رابطہ
بڑھانے اور ان سے بہتر تعلقات پیدا کرنے
کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور صرف ہوتا ہے
ابھی چند جینے پہلے ہر گز کے نیم
سرکاری اخبار "الاہرام" نے یہ خبر
شائع کی تھی کہ حکومت اخوان المسلمین
کے گرفتار شدہ لوگوں میں سے ایک ہزار
افراد کو جلد ہی رہا کر دے گی، اس خبر
سے دین پسند اور سماجی حلقوں میں
اس لئے خوشی ہوئی تھی کہ جیسے اس
جنگ کا اتنا فائدہ تو ہوا کہ اخوان کے
مقابلہ میں مصری حکومت کی وحشیانہ
پالیسی میں کچھ ترمیم پیدا ہوئی، لیکن
اس خبر کے شائع ہونے کے صرف چار دن
بعد بیک جنبش قلم اس خیال کی زد ہو گئی
کردی گئی کہ اخوان المسلمین سے تعلق
رکھنے والے افراد کی رہائی کا یہ طلب
نہیں ہے کہ حکومت مصر کی پالیسی میں کوئی
تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔
اور یہ اعلان صرف اس لئے
... کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ کہیں
ان آقاؤں کے دل پر کوئی میل نہ پڑے
جن کے حکم و اشارہ سے یہ کام ہوا تھا،
اس لئے کہ ان کو خوش رکھنا تو ہر قیمت
پر ضروری ہے خواہ ملک تباہ ہو جائے
تو بڑا دہر جائے دین و دہر ہلکے علاقے
اسلام کا جنازہ نکل جائے۔
اس طرح عوامی زندگی میں
کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے وہ عوام میں
مشکت کا احساس پیدا ہوا ہے وہ اپنے
ہو و نسب اور حیل تماشوں سے کچھ بھی
بیزار ہوئے، ان میں دشمن سے مقابلہ
کرنے اور اس کے وجود کو مٹانے کا جذبہ
پیدا ہوا، فوجی حیثیت سے ان میں

ہر دور میں یہ رہا کہ وہ اپنے اصل مقام
اور کردار سے ہٹ کر ہو و نسب اور عیش
دعشرت میں مبتلا ہو گئیں، لذت و آسائش
کی بھول جلیوں میں گھو جاتے والی قوم
کبھی فحشہ باعزت اور سرخرو نہیں ہو سکی
اور نہ وہ کبھی کسی کے مقابلہ میں کامیاب ہو کر
دنیا کے سامنے آسکی،
یہودیوں نے فلسطین میں نام
نہاد حکومت قائم کرنے کے بعد جس طرح
اپنی تمام تر توجہ جنگی برتری حاصل کرنے
اور فوجی پوزیشن مضبوط بنانے میں صرف
کی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے
اپنی قومی آمدنی کا تمام حصہ صرف فوجی
اہمیت پیدا کرنے اور اپنا ہاتھ مضبوط
بنانے میں لگا دیا وہ اب بھی بیک وقت
پورے عرب ممالک پر حملہ آور ہونے کا
خواب دیکھ رہے ہیں اور کیا عجب کہ اگر ہمارا
یہی حالت رہی تو ان کا یہ خواب خود بخود
شہر شدہ تعبیر ہی ہو جائے۔
دوسری طرف ہمارا یہ حال ہے کہ
سیر و سفر، عیش پرستی اور لذت اندوزی
اپنے مقام و پیام سے غفلت اور اپنے
اصل کردار سے بے نیازی، بے ساری باقی
حد سے آگے بڑھ چکی ہیں، اتنی بڑی ذمت
گزر جانے کے بعد بھی ہمارا وہی حال ہے
جو پہلے تھا۔ نہ ہم میں جنگی تیاری کا جذبہ
پیدا ہوا نہ ہمارا دینی حالت میں کوئی
تبدیلی ہوئی۔ بلکہ ہمارے روزمرہ کی غفلت
دہرستی کی زندگی قائم ہے، اسرائیل حملہ
کیا کرے، وہ عرب علاقوں پر قابض
ہو کرے، وہ بیت المقدس اور خلیفہ
دناہلس کو اپنے ناپاک قدموں سے روندنا
کرے، وہ سینا کے زرخیز علاقوں پر
اپنی فوجی جیادتی قائم کیا کرے، وہ جو
چاہے کرتا رہے لیکن ہم جہاں گئے وہیں
رہیں گے، ہم اپنے گناہوں سے باز آئیں
گے ز عیش عشرت سے منور ہوئیں گے
نہ دشمنی نواز طاقتوں کی شیطانی جالوں
کا کاٹ کریں گے، اور نہ اپنی جنگی
پوزیشن کو مضبوط بنا سکیں گے۔

(کتاب شہدہ سے پیوستہ)

قرآن کا پیام

ترجمہ: سعید الرحمن الاعظمی

نصرت میں جاگزیں نہ ہو، جب تک انسانوں کے
قلوب اس بات سے مطمئن نہ ہوں کہ دنیا کی جزا
آخری جزا نہیں ہے اور جب تک مجھ و عمر پانے
والا انسان یہ نہ سمجھے کہ اس کے لئے ایک نئی
زندگی بھی ہے جو اس زندگی کی اصل منزل اور حقیقی
جائے پناہ ہے، جس کو حاصل کرنے کے لئے مجاہد
کرنا پڑتا ہے۔ اور آخرت میں ملنے والے عوالم کے
لئے حق کی مدد کرنا اور ان کی راہ میں قربانی دینا
ضروری ہے، جب تک انسان ان تمام صفات کو
اپنے اندر پیدا کرے اس وقت تک انسان کی زندگی
اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستہ پر گامزن
نہیں ہو سکتی۔
اس لئے ایک حقیقت ہے کہ آخرت پر ایمان رکھنے
والے اور آخرت کا انکار کرنے والے اپنے شعور و
احساس اپنے اخلاق و کردار اور اپنے عمل میں کبھی
برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ یہ دو الگ الگ حقیقتیں، متضاد
طبیعتیں اور الگ الگ نقطہ نظر ہیں جن کا ایک دوسرے
سے کوئی جوڑ نہیں، نہ دنیا میں عمل حقیقت سے یہ دونوں
مزارع ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو سکتے ہیں اور نہ
آخرت میں جزا و ثواب کی حیثیت سے ان کا کوئی
علاقہ ہے، یہاں وہ مدافعال ہے جو تصور آخرت کے
عقیدہ میں ضم ہے۔
(ایمانت لعمدہ و ایمان نستعین)
یہ وہ اعتقادی کلیہ ہے جو اس سورہ کے
سابق کلیات سے مستنبط ہے، اس لئے کہ ان تمام حقیقتوں
رحمت و الطاف اور روز جزا کی مالکیت کی صفات
پر ایمان لانے کا تقاضا یہی ہے کہ عبادت و استعانت
بجز اس ذات کے اور کسی کے لئے نہیں ہو سکتی۔
یہ کلیہ بھی عبودیت سے مطلق آزادی کے تصور
اور بندوں کے سامنے جھکنے کے تصور کے درمیان حد
قابل ہے، یہ کلیہ اعلان ہے انسانوں کی مکمل آزادی
کا ادھام و خرافات کی غلامی سے، نظریات اور فلسفوں
کے سامنے جھکنے سے اور انسانوں کے بنائے ہوئے حالات
کے سامنے رنگوں ہونے سے اور جہت حقیقت تسلیم کر لی
جائے کہ تمنا اللہ تعالیٰ عبادت کے قابل ہے اور اسکا
سے ہر طرح کی برداری کا استحقاق ہے تو جہت انسان
ضمیر ہر طرح کے نظریات و قوانین اور حقیقتوں کے
سامنے جھکنے کی ذلت سے نجات پا جاتا ہے، شیک
اسی طرح جیسے وہ ادھام و خرافات اور معسومی
واقعات پر ایمان لانے سے نجات پاتا ہے، یہی کلیہ

من خلق السموات والارض لیسئلن
اللہ ان یرحمہن ان یرحمہن ان یرحمہن ان یرحمہن
کو پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے
دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ:
بل عجیبون ان جاءہم منذر مبصر
فقال الکفارون ہذا شیئ
عجیب اذا متنا وکنا ترابا وکنا
رجم نجس
روز جزا یعنی آخرت کا تصور
اسلامی عقیدہ کا... وہ اہم کلیہ ہے، جو
انسانوں کی نظر اور ان کے قلوب کو عالم آخرت
کی طرف متوجہ کرتا ہے اور وہ صرف دنیا کے دغدغوں
میں پھنس کر نہیں رہ جاتے اور نہ اسکو اپنا طبع نظر
بناتے ہیں بلکہ آخرت کا یہ تصور ان کی تمام دنیاوی
ضرورتوں اور کاموں پر غالب آ جاتا ہے اور ان
کو اپنی زندگی کی تمام کوششوں کا پھل و نیاہی
کی عمدہ و زندگی میں حاصل کرنے کی بے چینی اور
نکر نہیں لاحق ہوتی، اس وقت وہ اپنے تمام عمل
کام کر، اللہ کی رضا مندی اور دار آخرت یا دنیا
میں اس کی جزا کا انتظار قرار دیتے ہیں، ان کے
قلوب مطمئن ہوتے ہیں اور خیر بران کا پورا اعتماد
ہوتا ہے، وہ حتیٰ پر پورے انشراح اور کشادگی
کے ساتھ یقین رکھتے ہیں۔
یہیں سے یہ کلیہ خواہشات نفس کی غلامی
اور انسانیت کے بلند مقام کے مابین وہ راستہ
ہے جس سے گذر کر منزل مقصود تک پہنچا جا سکتا
ہے، یہی کلیہ انسانوں کے فحشہ کے ہونے سے نجات
اقدار اور میاروں اور خدائی اقدار کے تعلق
اور جاہلی قدروں سے بیزاری کے درمیان دراصل
اور یہی کلیہ حقیقی انسانیت کو مصنوعی مشہ
انسانیت سے جدا کرتا ہے۔
جب تک تصور آخرت کا یہ عقیدہ انسانی

(الرحمن الرحیم) رحمن درجیم کی
یہ صفت رحمت کے تمام گوشوں پر محیط ہے، اس
سورہ میں رحمن درجیم کی صفت کا اس کثرت سے
تکرار حاصل کرنا خدا کی ربوبیت عامہ کے اس طور
امتیاز کو بیان کرنا ہے جو ربوبیت کے لئے لازم
ہے، اور جس سے رب مربوب اور خالق و مخلوق
کے درمیان دائمی کی نشاندہی ہوتی ہے یہ خدا کی
رحمت اور لطف بے پایان کا وہ تعلق ہے، جس
سے مومن کے دل میں خدا کی حمد و ثنا کے سوتے
اٹلتے ہیں، جس سے قلب مومن محبت و طہانیت
کے جذبات سے معمور ہو کر دھڑکتا ہے، بلاشبہ
خدا کی اس عظیم رحمت کا حق کم سے کم اس کی شکر
گزار ہی جاسے ادا ہو سکتا ہے۔
اسلام جس خدائے پالہنار کا تصور کرتا ہے وہ
اپنے بندوں کے ساتھ دشمنوں اور منافقین جیسا معاملہ
نہیں کر سکتا، "اولب" کے خداؤں کے برخلاف
جن کا ذکر قدیم یونان کے قصوں میں آتا ہے۔
اسلام کا خدا اپنے بندوں کے ساتھ کوئی انتقامی
سازش اور کارروائی نہیں کرتا... لیکن عہد قدیم
کے تروج بابل، کا قصہ خدا کے بندوں کے ساتھ
انتقامی کارروائی کے تصور پر مبنی ہے۔
(مالک یوم الدین) یہ صفت اس
عظیم ترکیب کی نشاندہی کرتی ہے جس کا پوری انسانی
زندگی پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے، یہ عقیدہ آخرت
کا کلیہ ہے۔
مالکیت سے مراد غلبہ و اقتدار کا سب سے
آخری درجہ ہے اور یوم دین سے مراد آخرت میں
روز جزا کا دن ہے، کتنے ہی لوگوں نے خدا کی
خدائی اور اس کے کائنات کو پہلی دفعہ پیدا کرنے کا یقین
رکھا لیکن وہ یوم جزا اور عقیدہ آخرت پر ایمان
نہیں لائے، قرآن کریم... اسی جیسا عقیدہ رکھنے
والوں کے بارے میں کہتا ہے (ولیس سالتھو

گناشتہ سے پیوستہ
آخری قسط

مولانا حیدر حسن خاں لوکی

اودے اُنکے تصانیف

مولوی حکیم محمد عمر اٹنہ خاں صاحب بے اے سعید ایڈیٹورسٹ ڈسٹری بیوٹرز

حلقہ مدرس میں بھی ان کا بیجا انداز تھا ان کے ڈیک پر، شیلف پر، مندر پر، میز پر، سانس کے الماری میں درجنوں کتب حوالہ موجود تھیں جہاں کوئی مختلف فریضہ آیا، اور انہوں نے بانی لیکچر دینے کے بجائے اپنی کتابوں سے مخالف و موافق مواد طلبہ کے سامنے پیش کیا۔ پھر اپنی رائے و دلائل اور براہین کے ساتھ پیش کی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا، کہ غیر حنفی طلباء بھی مولوی صاحب کے اخذ کردہ نتائج سے مطمئن ہو جاتے تھے۔

انہوں اب تک مولانا کی تصانیف کے طبع ہونے کی ذمہ داری نہیں آئی ہے، صرف ایک رسالہ "الحجاب فی الاسلام" طبع ہوا ہے، اس رسالہ میں آپ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ "حجاب شرعی" جو اسلام میں شروع کیا گیا ہے، کیا ہے، پھر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے دلائل پیش کیے ہیں ۱۶ صفحات کا مختصر رسالہ جو جھوٹی تضحی پر ۱۳۵۵ء میں طبع قیہ بیٹھی میں طبع ہوا۔

ان تمام مسائل کی ترتیب اور مسائل کی تحقیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ غلام کو حدیث پر کس قدر عبور تھا، نظریہ کبھی دست تھی، اول اس قدر مستحکم تھے کہ موصوف کو مزید مطالعہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی

ہر مسئلہ کی صحت و غیرت سے آپ پوری طرح باخبر تھے، یہ مجھے جن تقاریر پر مشتمل ہیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب بھی کسی مسئلہ پر آپ نے کچھ لکھا، چاہے، با آسانی اس پر ایک دلیل تقریر لکھوا دی ہے اور مسائل کے حوالے سے وقت مستحق رہتے تھے ان سے وہ بھی ساتھ دینے جاتے تھے۔

اور کبھی یہ مسائل اس طرح مستحضر ہوتے، اس لئے کہ آپ نے تقریباً ۶۰ سال حدیث کا درس دیا ہے۔ دین بھی اس طرح نہیں کہ، دورہ کر دیا ہو، بلکہ

رات کے معمولات میں تھیں۔ یہی مولانا کا عمل، جو ہمیشہ سے علماء و فضلاء کا مرکز رہا، اس میں درس و تدریس کا ایک جال بچھا ہوا تھا، چند چند گز کے فاصلے پر درس کی سندیں بھی تھیں۔

مسجد میں مولانا درس دیر رہے ہیں تو مسجد سے باہر کھلے حصے میں والد صاحب مرحوم اپنے مکان پر درس دینے میں مصروف تھے۔ ایک ہی دیوار چال آئے کہ مولوی محمد یوسف خان صاحب ادیب کا درس جاری ہے، قریب ہی میں مولوی محمود حسن خان صاحب اپنے مشاغل علمی میں مصروف ہیں، غرض علم کے چستے تھے جو کچھ کوچہ اور گلی گلی پھرے تھے، اور پورے شہر کا یہی حال تھا، مگر آج اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ع آج آن قدر بے شکست و آن ساقی مانند آج ہیں افسانہ گوئے دیگران کل خود ہی ہو جائیں گے افسانہ ہم

ع زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے آخر میں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا کی تصانیف کے سلسلہ میں اس وقت جو تفصیلات پیش کی گئی ہیں وہ اپنی مولانا کی حد تک ہیں۔ جن حضرات کو مولانا سے مزید قریب رہا ہے یا جو صاحبان مولانا کی تصانیف سے مزید باخبر ہیں۔ ان سے توقع ہے کہ وہ ضرور اس کی تفصیل شائع فرمانے کی تکلیف کریں گے، یا کم از کم مجھے مطلع کرنے کی زحمت فرمائیں گے تاکہ وہ جدید معلومات مولانا کے تذکرے میں شامل کی جا سکیں۔

فقط

محمد عمر ان عینی عنہ
عزانی دواخانہ، محلہ امیر گنج
لاٹک راجستان

تعمیر حیات
میلے
اشتہار دے کر اپنی تجارت
کو فروغ دیجئے

یہودیوں کے خفیہ تحریکے

فری سین پر ایک نظر

مصنف: جنرل جواد رفعت اٹھان
ترجمہ: مندر الحفیظ سندوی
آخری قسط

مقاصد و طریقہ کار

فری سین ایک ایسی تحریک ہے جو اپنے انکار و خیالات کی نشو و نما کے ذریعہ خفیہ طریقہ سے پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے اس کا مقصد بنی نوع انسان کے ایک بڑے عنصر کو اپنا ہمنوا بنانا ہے، اگر اس کے انکار و نظریات اور عقائد کی جنم دہانی لوگوں میں قبول کر لی تو فری سین کے کارکنوں اور اسکے بائیسوں کی فرح خوش ہو جائے گی اس لئے بھی کہ وہ تمام سیاسی جماعتوں کی قیادت کی دعویدار ہے اور یہ قیادت اس کو اپنے مقاصد کے بروئے کار لانے میں عمل و ممانوں ثابت ہوگی اس کے بعد وہ صرف دس سال کے عرصہ میں بیفری کا وٹ کے اپنی منزل کی طرف گامزن ہوگی۔

اس تحریک کے وجود اور اسکے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ان تحریکوں سے مستقل جنگ کی جگہ جو احمی سے اپنا انتساب رکھتی ہے اور ایدان و مذاہب کے امور اور تقویت و روم و رواج اور سماجی و اخلاقی قدروں کو فروغ دینے میں پیش پیش رہتی ہیں اس لئے ان کا تعلق صحیح کرنے کے لئے فری سین کے کارکن ہر وقت مستعد اور چوکس رہتے ہیں۔

دور رس نتائج

فری سین کے راہ ہائے سر بستہ میں سے ایک راہ یہ بھی ہے کہ عالمی پیمانے پر ایک خفیہ جمہوری حکومت قائم کی جائے چنانچہ یہ مقصد اب پورا ہو رہا ہے۔
۱۔ انقلاب فرانس کی جو یادگار تقریب سنائی گئی تھی اس میں فرانکھن نے واضح الفاظ میں ملان کر دیا تھا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تمام قومیں یں سے بیگانہ نہ ہو جائیں گی۔ یہ دن بہت قریب ہے ان کی آمد کا شدت سے انتظار ہے اور عنقریب ہی فری سین کی روح لوگوں کے اندر پیدا ہو جائے گی جو ان کے اندر رویت اور وطنیت کا شعور پیدا کرے گی۔ اسی کا نوس بیس فرانکلن نے بھی اعلان کر دیا کہ فری سین کا مقصد ایک ناخدا فرانس حکومت کا قیام ہے جس کی حیثیت عالمی دینی

فری سین اور سیاست

فری سین کی دست و پم گیری اور اسکے نظام کار کے پھیلنے میں جس چیز سے سب سے زیادہ مددگار ہے وہ آزاد خیالی اور آزاد خیالی ہے جو دنیاوی طور سے فکر انسانی کا حاصل ہے اور انقلاب فرانس کے بعد ہی سے فری سین نے اپنا دستور بنیادی بنیادیں چیزوں پر رکھا تھا آزادی، مساوات، اور بھائی بھائی۔

فری سین کو جو کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں اور جس کی وجہ سے اس نے ترقی کی طرف غیر معمولی سرعت گرا ہے قدم اٹھایا ہے اس میں مختلف سیاسی مفکرات اور نظریات آزاد مشرکی کو زیادہ دخل ہے۔ مثال کے طور پر انارکزم، فاشزم، سرمایہ داری اور کمیونزم وغیرہ۔

ہر عقیدے اور مفکر میں ملی و خفیہ کاموں میں زیادہ شہرت رکھتے تھے اور جو بنیادی طور پر غور کر بھی تھے انہوں نے مندرجہ بالا نظریات اور افکار کے بارہ میں یہ بات حیرت کے ساتھ نوٹ کی کہ آخر این سوئٹزرلیم، قوم پرستی سرمایہ داری کے نظریات بٹنے بٹنے سے پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے علمی مہلات میں زور و شور کے ساتھ تلخ ہوئے ہیں اور بظاہر یا نہ بظاہر ذوق و شوق کیساتھ اس طرح قول کر رہے ہیں کہ ایک ثابت قدم و باخبر اور انکار و نظریات جو فری سین کا ساتھ نہیں دے سکتے اور نہ اس سے میل کھاتے ہیں اور نہ کسی طرح وقت

ہی کرتے ہیں ان پر فری سین کے معلقوں کی طرف سے سخت گرفت ہوتی ہے اور اتنا زبردست پرومیکینڈہ ہوتا ہے کہ اس نظریہ کو اپنا موت آپ ہی مرنی پڑتی ہے مثال کے طور پر روس کے دو بڑے ادیب و مفکر گورے ہیں جن پر فری سین کی طرف سے سخت حملے کیے گئے اور ان کو جوں دیا گیا محض اس لئے شہر آگیا کہ ان کے نظریات فری سین کے نظریات سے متصادم تھے۔

مارکسزم اور سٹیٹسزم کا وجود کارل مارکس اور انجیل کا رہوں منت ہے یہ دونوں فری سین کے صف اول کے رہنما ہیں اس لئے اس کی وجہ سے کیونٹسٹینی سٹو و ہود میں آیا اور فری سین کے سٹورجرس رسالہ "اٹوینا"

AUTUNIA سے اس پر پتہ ہے ایسا ہی اس وقت اور فری سین کی خوشی کا اظہار کیا کہ فری سین کو کچھ منٹے میں فری سین کی صورت میں ایک فری سین کی جگہ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسکے ممانوں میں سے بن جائیں۔ (۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء)

فری سین اور دینی قدروں

۱۹۳۵ء میں فری سین کے مرکز (LEE G) میں طالب علموں کی بین الاقوامی کانفرنس فری سین کے زور و جہم مقصد کی گئی تھی جس میں فری سین اس وقت میں انگلینڈ سے بڑی تعداد میں طلباء آئے تھے اس کانفرنس میں یہاں فری سین کی ایک اہل انسان کو الوداعی کے خلاف جنگ شروع کر دینی چاہیے اور اس پر غالب آنے کی جہد و جہد کرے اور آسمان و زمین کو کاغذ کی طرح ریزہ ریزہ کر دے۔

اسکا رو ہمدینی ان نوجوانوں کو فری سین کے طور پر اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ اسے ان کی عقیدہ کریں۔ افراد کے اندر آزادی و غیرت کی روح پیدا کر دے اور ایسے حقیقی دشمنوں اور دشمنوں کے خلاف ایک جہاد کرے تاکہ ان کا غرور و اسطرح ہم باطل مقابلہ اور ان کے بیروکار دونوں کا بالکل اضمحلال کر کے رکھ دیں گے۔

ہیں یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ ہم فری سین کے راہان دین و مذہب کے جانی دشمن ہیں اس لئے ہمیں دینی عقائد اور اخلاقی قدروں کو باطل کرنے میں کسی کوتاہی کو راہ نہ دینی چاہیے

فری سین انسانیت کو اپنا مقصد بنائے گی اور خدا کو بے یار و مددگار چھوڑے گی۔ فری سین کے اندر ہی یہ صلاحیت درجہ اولیٰ جاتی ہے کہ وہ انسانیت کو صحیح روشنی عطا کرے اس کے مقصد انسان کو خود اپنی (بھس کی) اتباع کرنے کے لئے تیار کرے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ نفس کا غلام اور وہ ہمت کا بیروں بن جائے۔

• بشریت کا وہ قابل قدر ذخیرہ جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں وہ "عدم اعتراف ہے یہ اجرات خودہ کسی مقدس حقیقت کے متعلق ہی ہوا اور حقائق کا اجراء خود انسان کی اپنی ذات سے ہوتا ہے اس لئے انسان کو اس حقیقت کی حفاظت ضرور کرنی چاہیے اس لئے کہ اس کو دبیر کی کی بنیاد رکھی جائے۔

• فری سین کے نزدیک ایسے اخلاق کا الگ سے وجود میں آنا ضروری ہے جو دینی و اخلاقی قدروں کو برباد کر دیں۔

• ہم فری سین میں صرف دستاروں اور ان کی عبادت کا ہوں ہی سے انتقام لینے پر اکتانہ نہیں کریں گے بلکہ ہمارا

جیاری مقصد اس وقت سے جو پورے نظم و نسق پر اپنا
 دن کے خلاف جنگ اس وقت شروع ہو چکی ہے
 کی جیکو دن کو حکومت سے الگ کر لیا جائے گا
 • مقرب بار بار مانا ہے کہ جبکہ فری میں خود ایک مستقل
 مذہب ہوگا اور دن تمام تقاضا کرے گا اور اس کی کلیں
 سمجھوں گا اور ہم جامل کریں گے چنانچہ فری میں نے فرانس
 کے زور اٹھانے کو دینی قدروں سے الگ کر کے اپنا کارنامہ
 انجام دیا ہے۔ مشہور فری میں نے صدر اعظم ابرٹ
 بونیک کے انتقال کے بعد جسٹی (L'ANNEE) کا انتخاب
 اس کی جگہ مل میں آیا تو منتخب صدر نے (حضرت) مسیح کی
 تصویر الٹی لٹکا دی اور اس پر یہ عبارت لکھی کہ "اپنی عظمت
 یہاں سے واپس جانے سے قبل اس خائن اٹلیوں (مساذاشر)
 کے چہرے پر ٹھوک کر جاؤں" (لعنة الله عليهم)
 فری میں کو کسی مذہب دین، قراب و جزا، عذاب
 و عقاب سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی وہ جنت و جہنم
 کی تائید ہے۔

فری میں اور حکومت

جو ہمیں یاد رہے کہ حکومت کا کام انجام
 دیتے ہیں وہ فری میں کے نزدیک نہیں ہیں اس لئے کہ
 حکومت کی حمایت دین کے استبداد سے زیادہ سخت جہا
 کرتے ہیں۔
 • فری میں کو اس کا بخوبی علم ہوتا ہے کہ ناممکنان حکومت
 کے پاس موثر قوت نہیں رہتی، لیکن وہ اس کے باوجود اس کے
 انتخابات میں بڑھ کر سمولٹی چھی لیتی ہے اور وہ ان ناسخوں
 کے چلنے ایسے کارکنوں کو لگا دیتی ہے جو ان ناسخوں
 پر اپنا اثر ڈال سکیں اور وہ باوقار فری میں کے غرض
 و مقاصد میں مدد آ کر رہیں سکیں۔ اسی بنا پر فری میں
 کے ہاتھ میں سیاسی مصلحتات کی ذمہ داری ایسی کڑی ہوتی ہے
 جو وہ قطعی طریقے پر عمل کر کے اپنا مقصد پورا کرتی ہے۔
فری میں اور دیوکریسی

فری میں کے بڑے حدت صرف سرمایہ داروں کے
 لئے مخصوص ہوتے ہیں اس لئے کہ انسانی دوست ہوتی ہے کہ وہ فری میں
 کی جگہ فری میں میں رکھیں اس سے اس کو سرمایہ داروں کی انجمن کا نام دیا
 جا سکتا ہے چنانچہ فری میں سرمایہ داری اور دیوکریسی کے حامی نہیں ہیں۔
 • فری میں نے جس طرح انقلاب فرانس کا پروگرام بنایا تھا
 اسی طرح وہ انقلاب مارکسزم کے لئے بھی تیار کر رہی ہے
 اور اس کے ارکان حکومت کے کارندوں اور ایوان حکومت
 کے بڑے ناسخوں اور جہد پلاؤں کے ساتھ تمام ناسخوں کی
 معاشرتی اہمیت کو روک دینا چاہتے ہیں اس لئے کہ وہ فری میں
 • فری میں کے ارکان کا انتخاب ہو جائے گا
 لیکن اس کے مخصوص ارکان کا جہاں تک تعلق ہے وہ عوام
 سے تعلق نہیں رکھتے۔
 • فرانس میں حسب خواہش حکومت چلانے کے لئے فری میں

کے پاس ایک عقیدہ طاقت ہے جو پورے نظم و نسق پر اپنا
 مکمل کنٹرول رکھتی ہے۔
 • فری میں انقلابی سطح پر اس وقت جو سیاسی معاشرتی
 اور دینی قوتیں کام کر رہے ہیں وہ براہ راست فری میں
 کی عقیدہ کا نظریوں کا نتیجہ ہے۔
 • فری میں کے پاس اس وقت پالیسی خصوصاً انجمن ہے
 جس کو فری میں میں "روشن انجمن" کا سب سے بڑا غیر سمولی
 مرکز حاصل ہے۔ وہاں فری میں کے کارکن ہزاروں کی
 تعداد میں آتے جاتے ہیں اور باہمی مذاکرے اور بیرون
 کے ذریعہ ایک پالیسی طے کرتے ہیں اس میں اخباروں
 رسالوں اور ریڈیوں، ٹیلیویشن پلیٹوں کے نام سے
 بھی شریک ہوتے ہیں اور بڑے بڑے سیاسی رہنما بھی
 اعلیٰ افسران سے لے کر مفکرین و محققین کی جماعت تک
 اس میں شریک ہوتی ہے اور ایک پالیسی طے ہو جانے
 کے بعد اسکی بڑے پیمانے پر شہرت کی جاتی ہے اور عالمی
 رائے کو سا ڈا کر بنانے کے لئے مضامین نثری کے بناتے
 ہیں اور ملکی انتخابات میں غیر سمولی پوجی لے کر پارلیمنٹ
 کے ناموں کو فری میں کے تابع بنا دیا جاتا ہے وہ ان
 مرضی کے بغیر ایک قوم نہیں اٹھاتے۔
 • فری میں کے نزدیک والدین کا اولاد پر کوئی حق نہیں
 ہے اور نہ ہی معاشرے میں ان کا کوئی مقام ہے اور
 مذہبوں کے سلسلے میں والدین پر کوئی ذمہ داری دائر
 ہوتی ہے اس لئے فری میں کا پروگرام یہ ہے کہ اولاد
 کی تربیت سرکاری اداروں کے ماتحت ہو جو لوگ بچوں
 کی تربیت گھر میں کرنا چاہتے ہیں اور اس کی نشوونما
 کے لئے گھر کو سوزوں قرار دیتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ
 اپنے بچوں کو سرکاری اسکول میں داخل کر دیں۔

بچوں کی تربیت و انکی اہمیت
 فری میں نے سب سے کم توہین بڑھوں پر دی ہے اس
 سے زیادہ توہین اس نے فری میں کو ٹھہرایا ہے اور
 سب سے زیادہ توہین اس نے بچوں کی تربیت اور نشوونما
 کی طرف مرکوز کر دی ہے اور اس نے اپنے مقصد کو پورا
 کرنے کے لئے بچوں کی تربیت کو اپنے اصول پر کرنے کا حکم دیا
 پروگرام بنایا ہے اس لئے کہ بچوں کے دل و دماغ میں جو خیال
 و فطرت بٹھا دیے جاتے ہیں ان کے اثرات بدی زندگی پر
 خادمی ہوتے ہیں مثال کے طور پر فری میں نے بچوں کی
 تربیت کے لئے جو اصول وضع کیا ہے اس میں دین سے
 نفرت اور اس سے بالکل علیحدگی شامل ہے۔
فری میں کے متعلق فری میں کا نقطہ نظر
 فری میں فری میں کے اندر سے فری میں کو ختم کر کے انسانی
 احساس پیدا کرنا چاہتی ہے: وہ فری میں نظر و ضبط اور
 اسکی دین کو سلب کر کے ہوم گارڈس کو مستقل فری میں جگہ
 دینا چاہتی ہے اس لئے کہ جمہوریت اندک آزادی کو صرف

فری میں کی وجہ سے خطرہ ہوتا ہے اور فری میں کسی ایسے فری میں
 انقلاب کے لئے برگر تیار نہیں ہو سکتی جو اس کے مقاصد کے
 خلاف ہو۔
 فری میں نے مشہور فری میں فری میں ایک کتاب شائع
 کی تھی جس پر مصنف کا نام N.O.X. درج تھا اسکا نام
 L'ARMEE CE QUELLE DOI ETRE CE
 QUEL FAUT
 تھا اس کو فری میں کے تمام مراکز میں بھیجا گیا اس کتاب میں
 فری میں کو یاد دلاتا گیا تھا کہ وہ فری میں کے جاری ہوا اور
 اس کے اندر کیے کام کرے۔ اسکی بنیادی باتیں صرف ان تھیں۔
 (۱) وزارت دفاع کو ہمیشہ فری میں سے قریب برآدی
 کو دی جائے دن فوجی تنظیموں اور فوجیوں سے مستقل رابطہ
 رکھا جائے (۲) فوجی دستوں اور تبدیلی ان تمام کا تعلق
 خواہ وہ کسی غیر ہم فری میں سے متعلق ہو وہ بہ حال و ذریعہ
 کے ہاتھ میں ہو (۳) فوج کے اندر سے ہتھیاروں کی اہمیت
 کو کلی طور پر ختم کرنے کی کوشش کی جائے اور فوجیوں
 کے درمیان تمام امتیازی حیثیتوں کو ختم کر دیا جائے تاکہ
 وہ عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کریں (۵) فوج کو انتخاباً
 میں حصہ لینے سیاسی جماعتوں میں شامل ہونے کی پوری
 آزادی کے مواقع فراہم کیے جائیں لیکن ان پریس کی
 پابندی ہونی چاہیے کہ وہ اپنی تقریبات میں دن اور
 رسوم و رواج کو داخل کریں یا وہ دینی جلسوں اور تقریبات
 میں شرکت کریں۔

فری میں اور یہودیت

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ فری میں کا تعلق یہودیت سے
 نہیں ہے اور یہ کہ یہودیت کے مقصد سے کوئی جوڑ نہیں ہے۔ یہ
 سراسر غلط ہے فری میں میں یہودی انکار و نظریات اور
 اس کی پوری روح کا رد ہے یہاں تک کہ فری میں اور
 یہودیوں کی جدوجہد میں غیر سمولی مشابہت پائی جاتی ہے
 اور دونوں کا مقصد ایک دوسرے سے بہت زیادہ مربوط
 ہے۔ ہر یہودی پر فری میں کے دروازے کھلے ہوئے
 ہیں۔ اور فری میں نے یہودیوں کے اس مقصد سے مکمل
 تعاون کو اپنے دستور میں شامل کر لیا ہے کہ ساری دنیا
 پر غلبہ حاصل کر لیا جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے
 مشرق و مغرب میں ایشیہ خصوصاً انجمن قائم کی ہے۔
 ہم یہاں یہ بات پھر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ فری میں
 اور یہودیت میں مکمل یکسانیت اور ہم آہنگی پائی جاتی
 ہے۔ بالفاظ دیگر آپ فری میں کو یہودی تحریک کا کوشم
 کہہ سکتے ہیں یا یہودیت کو فری میں کہہ کر بیارہے۔ اس مکمل
 یکسانیت اور ہم آہنگی کو دیکھ کر ایک انگریز مفکر نے
 لکھا ہے کہ اگر فری میں کے اندر کوئی یہودی مذہب معلوم ہو
 تو یہ کچھ لوگ وہ فری میں میں آئے سے پہلے غیر یہودی
 انقلاب یہودی ہی گیا۔

(باقی صفحہ ۹ پر)

تحریر: استاد عبد الباقی احمد سلامہ۔ تخلص: ترجمان۔ محمد عثمان ندوی

امیر عبدالقادر الخزاری

جنبھوں نے الجزائر کی جنگ آزادی میں حصہ لیا، قیادت کی
 اور فرانسیسیوں کے چھکے پھرنے

امیر عبدالقادر الخزاری کا لقب حسن بن علی بن علی الخزاری ہے۔ اس کا تعلق
 نامی گاؤں میں یہ پیدا ہوئے۔ اہل جزائر ان کے قومی برہمن گاری اور اعلیٰ نسب کی
 وجہ سے انکا بڑا احترام کرتے تھے۔ امیر عبدالقادر ذاتی اعتبار سے حسن درایت و قومی
 شجاعت وغیرہ امتیازات کے مالک تھے، شہر و شہری کا بھی ذوق رکھتے تھے،
 انھوں نے ۱۸۳۲ء میں جنگ آزادی میں حصہ لیا، اس وقت ان کی عمر ۲۰ سال تھی، وہ
 اسلامی تعلیمات پر بڑی کوشش کی تھی، انھوں نے اپنے جہاد کی پالیسی،
 "دفاع عن الدین" رکھی، صرف امیر کے لقب پر کتفا کی اور سلطان
 کا لقب پسند نہیں کیا، البتہ ان کے والد نے بیعت کے بعد "ناصر الدین" کے خطاب
 سے نوازا۔

۱۸۳۲ء سے ۱۸۳۴ء تک فرانس نے عبور
 ہو کر امیر سے دو معاہدے کیے جس میں انہوں نے
 "دہران" و "مستغانم" کے سوا سارے مغربی علاقے میں
 ان کے مکمل اثر کا اعتراف کر لیا۔
 امیر نے اپنی ہزاروں بیویوں کا لشکر جہاد بنا کر لیا
 اور اس کو جدید تنظیمات سے آراستہ کیا۔ ساتھ ہی بہت
 پیش نظر لکھا کہ وہ لوگ مسلمان عرب ہیں اور کسی دوسرے
 رشتہ میں منسلک ہونا عار کی بات ہے۔ اس بنا پر انھوں نے
 کیوچ سے ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۵ء تک امیر برابرتیاب
 ہوتے رہے اور ان کا پلہ جاری رہا۔ اور ہم
 یہ کہہ سکتے ہیں کہ فرانس نے جب سے الجزائر پر قبضہ کیا
 سکون نہیں پایا۔ اکثر امیر کے حامیوں کی تعداد کم ہوئی اور
 رسد کی قلت ہوتی گئی وہ ایک ایک ہالست زمین کیلئے
 جنگ کرتے تھے۔
 فرانس نے بالآخر قبائل میں بیوٹ ڈالنا شروع
 کی ان کے خلاف روسا سے قبائل کو اجارہ اور ان
 کی..... اور ان کی مدد سے باو رکھنے کی کوشش کی
 تاکہ امیر کی ذمہ داریاں بڑھ جائیں اور ان کی جدوجہد
 سست پڑ جائے۔ اس پر بھی ہمیں نظر کرنے اور

اہلیہ اور فرض
 اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہی امیر نے
 اپنی اہلیہ سے کہا کہ "قوم نے میری گردن پر اپنا
 کالو جھکھ دیا اور فرض کا تقاضا ہے کہ میں اس کا
 حق ادا کروں، لہذا تمہارے حقوق ادا کرنے کی مجھکو
 فریضت مل سکے گی، اب تم کو اختیار ہے کہ اپنے حقوق
 راج کر میرے ساتھ زندگی بسر کرو یا طلاق لے کر آزاد
 ہو جاؤ۔"
 ان کی اہلیہ نے ساتھ ہی زندگی گزارنے
 کو ترجیح دی اور وہ وطن میں اس شاندار زندگی پر امیر
 اشد غنائی کا شکر بجالاے۔
 امیر کو ابتدا میں سامراجی طاقتوں کی لڑائی
 اور حکومت کر دہ کی پالیسی اور لوگوں میں حسد کیوجہ
 سے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، کبھی تو وہ
 فرانسیسیوں سے برسر پیکار ہونے اور کبھی اندرونی
 مخالفوں کا مقابلہ کرتے، فرانسیسیوں کے ان سے
 کسی طرح ہونے جس سے ان کے دانت کھٹے ہو گئے اور
 ان کا علم نامشکل نظر آنے لگا۔

کوئی نتیجہ فرانسیسیوں کے حق میں برآمد نہیں ہو سکا۔
 اس آئینہ میں ہمیں دیکھنے ہوتے اور ہر لوگ ہر جگہ سے اپنے
 سلطان کے قدم ڈنگا دینے کے لئے کافی تھا، لیکن امیر
 پر اس کا کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوا اور نہ ہی ان کی قوت
 میں کوئی فرق آیا۔
 امیر صرف دفاع ہی نہیں کرتے تھے بلکہ خود بھی حملہ
 کرتے تھے، مثلاً شہر "تلمسان" پر پوری، دشواریوں کے
 کے بعد فرانسیسیوں کا قبضہ ہو گیا تو امیر نے ۱۸۴۹ء تک اس
 کا محاصرہ جاری رکھا، اور فرانسیسی لشکر کو تنگ کر دیا۔
 ان کے سپہ سالار کو قتل کر دیا، پھر ان کے لئے کافی
 چالیس فرانک میں ایک ہلی خریدنا پڑی، باقی لشکر کو
 کوکھانے کے لئے ایک چوہا بھی میرے چوہا پاتا تھا۔ ادھر
 امیر نے محاصرہ کے زمانہ میں ہم مرتبہ بخاری شریف کا حکم
 کیا۔
 امیر بہت زیادہ سہیح الحکمت تھے ایک ہی
 دن میں کئی تمام برائیاں اور شکر ٹکڑی اور ڈولڈ
 علاقہ میں دکھائی دیتے تھے۔ ۱۸۳۳ء میں ان کو کئی بار
 فتوحات حاصل ہوئی۔
 ایک مرتبہ ان کے کان میں زخم لگا، لڑائی میں
 ان کو پتہ بھی نہ چلا جس میں جلیبے محسوس کیا تو گولیوں
 سے اتر پڑے اور شکر کے طور پر ان کی جناب میں وہ گانڈ
 ادا کیا۔
 بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ امیر اپنی حفاظت کا
 سامان ضرور رکھتے ہوں گے لکھا امیر اپنی حفاظت صرف
 "واللہ حسبنا و اللہ اکفیل" کے نعرے سے کرتے تھے
 جب فرانسیسیوں کو شکست پرست ہوتی اور
 جو سہل سمجھتے تھے مشکل نظر آیا۔ امیر کی طاقت بڑھتی
 گئی، یہاں تک کہ انھوں نے وہ سب کچھ سمجھ لیا، جو
 فرانسیسیوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا تو فرانسیسیوں
 نے ان سے ایک فیصد کن جنگ لڑنے کا عزم کر لیا۔ اور اپنی
 لاقداد فوج دیکھو جنگ میں جھونک دیا، ادھر اپنی
 کڑت تحریکات سے امیر کو یہ پتا چلا کہ وہ اندرون و
 بیرون امداد کے تمام راستے بند کر دیئے، قلمبر نے عبور
 ہو کر اپنے لشکروں، متنبیوں و عوام کے خیال سے صلح
 کر لی اور معاملہ نقد برائیاں پر چھوڑ دیا۔ امیر دے تھے
 اور کہتے تھے۔
 "اے پروردگار! اپنے بندوں کو میرے دوسرے
 اہل جزائر کو ایسے افراد عطا کر دے جو میرا اور میرے
 وطن کا انتقام لیں، ان لوگوں سے انتقام لیں جو میری
 نے حفاظت کو مسخ کر ڈالا ہے اور اپنی وسیع کارروائی

و سازشوں میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ اس پر طے پایا کہ وہ مشرقی ہجرت کر جائیں، اور اہل دخیال و قائلین میں سے جو چاہے ان کے ساتھ جاسکتا ہے، اس وقت امیر کی عمر چالیس سال تھی۔

امیر اپنے خاص ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ میں نے صرف اللہ کی تقدیر و رضاء پر صلح کی ہے، میں نے اپنی وطن کی اصلاح و بہبود کے لئے کوشش کی، میں نے لشکر جبار تیار کئے، قزاقوں کی کے باوجود ان کو کبھی خاطر میں نہ لایا، مشکلات خندہ پیشانی سے برداشت کیں، برخط و ادبوں میں بے خوف پہنچا۔ دشمن کے خلاف تدبیریں کیں، اکثر کھین گاموں میں خود سوا اور صبح دشمنوں سے پیاس بھجائی، میں نے کبھی موت کی پرواہ نہیں کی، اپنے مضبوط بازوؤں سے جنگ کی اور جہاد کا حق سندی تلوار و نیزہ سے ادا کیا، یہاں تک کہ مددگار کام آگے اور میر تمام اثاثہ ختم ہو گیا، میں ہم نہ ہوں کی خیانتوں کا شکار ہوا اور اب مائل قابو سے باہر ہو چکا ہے۔ اس طرح ہجرت کی قوم نے تقریباً ۱۶ سال تک امیر عبدالقادر کی قیادت میں آزادی کی جنگ لڑی۔

ہجرت اور دھوکہ

جب شہروں اور بستوں میں صلح کی خبر پہنچی تو ان پر غم کے بادل چھا گئے۔ آہ و بیکار کا صدا اٹھتا بلند ہونے لگیں، اور مالوکی طاری ہوئی۔ اور جس وقت یکم جنوری ۱۸۵۷ء میں ان کا قافلہ فرانس روانہ ہوا تو لوگ دہانے باہر دور سے تھے، امیر اس خیال میں تھے کہ ان کو حسب وعدہ مشرق لے جایا جائے گا۔ مگر حاکم "طلون" کی زبانی مسلم ہوا کہ ان کو "املاک" میں ٹھہرایا جائے گا۔

اس وقت انہیں فریب کا علم ہوا، مگر وہاں ان کے لئے سو اگنی چارہ کاڑھ تھا، چند روز کے بعد یہ خبر ملی کہ ان کا مسافر اجماعی مجلس میں پیش کیا گیا ہے، یعنی ممبران کا کہنا تھا کہ جنگی قیدیوں کو قتل کر کے امیر نے تمام مراعات کھودی ہیں، اور ہزاران سے کوئی عہد باقی نہیں رہا، لیکن مجلس نے اس تجویز کو رد کر دیا۔

۶ فروری ۱۸۵۷ء کو مجلس دوبارہ منعقد ہوئی اور وزیر خارجہ نے اعلان کیا کہ امیر کو "عکا" بھیجا

مکن نہیں ہے کیونکہ سلطنت عثمانیہ نے ہجرت پر ہمارا قبضہ تسلیم نہیں کیا ہے۔

الدمیچ اسکندریہ "بیچ سکتے ہیں، لوگوں کو فرانس کے نقل قبضہ اور امیر کے ساتھ بد عہد کی بڑی بڑی تو ان کا رنج و الم اور بھی بڑھ گیا، برسر اقتدار پارٹی نے اس خوف سے کہ حزب مخالف امیر کو استعمال نہ کرنے پائیں "قلوطلون" میں منتقل کر دیا۔ اور ان کے بھائیوں کو بھی گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا، اور جب یہ خبر پھیلی کہ اگر نیر ان کی رہائی کے درپے ہیں تو انہوں نے امیر کی لڑائی داندہ میں اور اٹھانڈا کر دیا۔

اپریل ۱۸۵۷ء میں "لو" بھیج دیا۔ جہاں وہ چار سال تک قید رہے۔

اگرچہ امیر جیل کے اندرونی حصہ میں تھے تھے اس کے باوجود فرانس کے چپے چپے سے لوگ ان کو دیکھنے آتے تھے، اور ان کی بلند ہستی کی داد دیتے تھے، جب پارلیمنٹ میں جنرل "لامورسیر" (جس نے امیر عبدالقادر سے فریاد صلح کی تھی) تنقید کی گئی تو اس نے کہا کہ تم لوگ جھٹکو اس صلح پر عداوت کرتے ہو، اور یہ سمجھتے ہو کہ اس وقت جنگ ہی کے ذریعہ گرفتار کرنا چاہئے تھا، مگر میں دشمن سے کہتا ہوں کہ اگر امیر پر شک کر گئی کرنا تو سو اسے ان کے غیے اور سامان کے کچھ سامان نہ لگتا وہ صحرا میں نکل جاتے اور میں ان تک پہنچ بھی نہ پاتا

چونکہ عبدالقادر طاقتور ہیں دین کے سختی سے پابند ہیں اور اس کے اصولوں پر عمل کرتے ہیں، امانت و سچائی میں انہیں شہرت رکھتے ہیں لہذا یہی ایک بہتر ذریعہ تھا۔

آزاد فقیر ہونا گوارا ہے۔

اس عرصہ میں فرانس نے دھمکیا اور لاپرواہی بھی دیا کہ اگر وہ فرانس کو اپنا وطن بنا لیں تو کافی جائداد دی جاتی گی، اور وہ بڑے لوگوں کی طرح مذہبی روایات پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزار سکیں گے اور اولاد کی بہتر پرورش کر سکیں گے، امیر نے جواب دیا کہ اگر اہل فرانس اپنی تمام دولت سمجھ کر دیا اور ہجرت اختیار کریں کہیں ساری دولت سمیٹ لوں اور غلام بناؤں، یا آزادی کے ساتھ فقر کو قبول کر لوں، تو مجھے آزاد فقیر ہونا گوارا ہوگا، تم لوگ بار بار مجھ سے یہ کہنا کہ دیر سے

پاس اس کے علاوہ کوئی جواب نہیں ہے۔

دھانچے۔

"بنوین سوم" امیر عبدالقادر کے حق میں مہربان تھا اور ان کو ہارنا چاہتا تھا لیکن سیاسی پارٹیاں اس کی چلنے نہ دیتی تھیں۔ جب ۱۸۵۷ء میں وہ برسر اقتدار آیا، اور وعدہ پورا کرنے کا موقع ملتا تو وہ امیر کی جستجو میں ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو "امواز" پہنچا اور امیر کے قہر کا رخ کیا، امیر نے دروازہ کھلی پر استقبال کیا۔ اس نے امیر کا حال دریافت کرنے کے بعد ان کی شجاعت کی تعریف کی اور بتایا کہ عثمان حکومت ہاتھ میں آتے ہی ان کی رہائی کے سلسلہ میں یہاں آیا ہے اور پھر یہ خط لکھا "عبدالقادر میں آپ کے پاس رہائی کا اعلان کرنے آیا ہوں اور سفر کی ضروری تیاریوں کی بعد جلد ہی آپ ترکی دارالسلطنت روانہ ہوں گے۔ اور آپ کی شان کے لائق حکومت صرف خاص طور پر دے گی، یقین رکھئے کہ آپ کی قید سے مجھ کو رنج ہوا ہے اگرچہ آپ فرانس کے دشمن ہیں مگر میں آپ کے اخلاق حمیدہ شجاعت و استقامت کی تعریف کے بغیر نہیں رہ سکتا، یہی وجہ ہے کہ جھٹکو آپ کی رہائی پر فخر ہے۔"

۱۸۵۷ء کے آخر میں امیر "مرسلہ" گئے اور پھر "اسلامول" روانہ ہو گئے "مقلیہ" میں ان کا شاندار استقبال ہوا، اس کے بعد "استانہ" پہنچے۔ اور ابویوب الفزاری کے مزار پر حاضری دی۔ "ایا صوفیا" کی جامع مسجد دیکھی، اور صدر اعظم مصطفیٰ رشید پاشا سے ملاقات کی، تیسرے دن سلطان فازی عبدالمجید خاں نے مشرف باریابی بخشا، اور مزہب و وطن کے دفاع میں ان کی استقامت کی تعریف کی، ۱۸۵۷ء میں امیر دو سو افراد کے ساتھ "بیروت" پہنچے، وہاں کے باشندگان نے پر جوش استقبال کیا، محمود بیگ پاشا علماء و اعیان حکومت "دمر" تک ان کو پہنچانے آئے، امیر نے اس عظیم الشان قافلہ کے ساتھ عارضا باشرفی الدین بن عربی کے مزار پر حاضری دی۔

۱۸۵۷ء میں خالد بن ولید اور عمر بن عبدالعزیز کے مزاروں کی زیارت کی۔ امیر قاہرہ بھی گئے۔ خدیوی سید پاشا نے ان کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ ضیافت کی اور ان کا بڑا احترام کیا۔ جب انہوں نے

سردازل

ہوئی لغزش ایسی کہ گر گیا یہاں خاک دان خراب میں میں وگرز "خلدعتام" بنوں میں رہا ہوں اسکی جناب میں یہیں کن حسد میں آگیا، کہ عدم سے بود میں آگیا!

نفس شہود میں آگیا، ترے ایک کئی کے جو ایک میں مجھے ایسا اشک کبھی کر عطا، یہ ترے کرم سے ہے التجا!

کہ میں ڈوب جاؤں رخ خطا اسی ایک قطرہ آب میں جسے اصل بندگی کہہ سکوں، جسے عین زندگی کہہ سکوں کوئی ایسا سجدہ نزل سکا کہ میں میری فرد حساب میں جسے کہہ رہا ہے بہار ہے، وہ سراب شہدہ کا رہے۔

یہ طلسم نفس و نگار ہے، جو پیاسے عالم خواب میں جو شکستہ تار نفس ہوا، تو دم شکست یہ کہہ گیا۔

وہ تمام زمرے کیا ہوتے جو چھپے ہوتے تھے رہا میں مجھے رہتی جو سے جام سے کام کیا میں سرد شوق میں ترقی ہوں

یہ سرد آب حیات ہے اے کیوں ڈپوڈں، شہاب میں

آنکھیں جہاں ہیں ذوق کا شائے ہوئے سید ہے آرزوؤں کی دنیا ہے ہوئے آ، دل کو ٹانگ میں ترے دامن نے فنڈ گر ڈھونڈوں کہا تھے میں یہ کھڑکے ہوئے زابڈ ذرا شراب حجت تو پانی کے دیکھ اسے کا قطرہ قطرہ ہے دریائے ہوئے جلوؤں کے اژدہا میں عشاق کھو گئے گذرے جدھر بھی چشم تماشائے ہوئے سز منتر شہزاد کے مری خاک دیکھو اس کا ہر ایک ذرہ ہے حیرانے ہوئے موڑا خیال کو نہ سوئے ماسوا کبھی گھوما نگاہ میں ترا جلوہ لے ہوئے

قدرت تو دیکھتے چین روزگار میں گل کو محافظت میں ہے کا شائے ہوئے اب اپنی زندگی سے ہوں بیزار اس قدر پھرتا ہوں لاش دوش پر گویا ہے ہوئے طے کر گئے تمام نشیب و سراز کو ہم ایک دوسرے کا سہارا لے ہوئے

وقت آرزو براری کا ایسے اے اسد قسرت حل ہے جانب لطفی لے ہوئے



احتمالاً محمد

اسد

ایڈو کیٹ

یہ معلوم نہ تھا

عشقل

رہشیں لاشا کوی

مضطرب نگہ خیمت ہے یہ معلوم نہ تھا میرے اشکوں کی بھی قیمت ہے معلوم نہ تھا عارضی کیفیت سرت ہے یہ معلوم نہ تھا زندگی غم سے عمارت ہے یہ معلوم نہ تھا حسن خاموش قیامت ہے یہ معلوم نہ تھا عشق معصوم کی جزا ہے یہ معلوم نہ تھا کوئی مجبور محبت ہے یہ معلوم نہ تھا خواب خیریں بھی حقیقت ہے یہ معلوم نہ تھا پلین تو کر دیابل انہائے مشی ستم دلہن شہیے کی نزاکت ہے یہ معلوم نہ تھا سکھو دیوانہ کھتے ہیں زمانے والے ہم سے کوئین کی زینت ہے یہ معلوم نہ تھا ابن آدم مہ و پروں سے بھی آگے پہنچا سہر بھی محروم بصیرت ہے یہ معلوم نہ تھا انکی یادوں کو جو سینے سے لگاتے کوئی ہر نفس عین عبادت ہے یہ معلوم نہ تھا میں تو ابھی اہل باگیسوئے سچاں میں مگر میری دنیا کو ضرورت ہے یہ معلوم نہ تھا ایک بیک چوہی گئے آپ بھی مائل بکرم میری آہوں میں بھی ندرت ہے یہ معلوم نہ تھا آپکے بھری راقوں نے بتایا ہے مجھے درد بھی وہ جد سرت ہے یہ معلوم نہ تھا

ایک قطرہ بھی گوارا رہ نہیں لے سکتے

زندہ پابند شہر ہے یہ معلوم نہ تھا

بقیہ: "امیرِ وقت" کا ذکر

کو منظر جانے کا ارادہ کیا تو سید عبد اللہ پاشا شریف کو نے ان کو لکھا کہ وہ اس قبائل کے لئے کہے باہر تیار ہیں، لیکن امیر نے جواب دیا کہ وہ اسکو پسند نہیں کرتے اس لئے کہ اپنے آقا کے گھر پر اتھارنا کسی کے ساتھ حاضر دینا چاہتے ہیں۔ جب کے مہینہ میں امیر مدینہ منورہ گئے وہاں کے حاکم نے ان کے اعزاز میں تعزیب منائی اور اپنے خیمہ کے پہلو میں ان کا خیمہ نصب کرایا۔

وفات

۱۸۸۰ء میں امیر کی وفات کی غلط تقریر پھیل گئی اور ہر طرف مرتے ہی مرتے نظر آنے لگے، جب امیر کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ موت تو برحق ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کا شکر اس پر ادا کرتا ہوں کہ اس نے زندگی ہی میں وہ سب دکھ دیا اور سونا دیا جو میرے بعد ہونیوالا تھا، اور ایسا شاد و نادر ہی ہوتا ہے۔

امیر اپنی بیماری کے ۲۵ یوم قدم پر تھے کہ ان کی وفات پانگے، آپ ہوں اور انہوں نے اس کے ساتھ شیخ محی الدین بن عربی کے پاس تہ کے اندر دفن ہوئے۔

بقیہ: "ادارہ" کا ذکر

ہم جہاں تھے وہیں رہیں گے گویا ہم نے یہ عزم مصمم کر لیا ہے، کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے ہم ہرگز نہیں بدل سکتے۔

انہوں نے ہمارے عرب عوام اور ان خواہش میں جو اس جنگ اور شکست کے ذمہ دار ہیں، ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں، ان کی زبانوں پر نہ بیت المقدس کا نام آتا ہے نہ سینا کی زرخیز کاؤٹا کا نام لیتے ہیں اور نہ ان مقدس مقامات کے ذکر سے اپنی زبان آلودہ ہوتے دیکھتے ہیں جو دنیا بھر کے مسلمانوں کا مشترکہ کئی سرمایہ ہے۔

خرد کا نام جنوں بڑ گیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرتے سارے کرے



بقیہ: قرآن کا پیغام

انسانی اور فطری طاقتوں کے مقابل میں ایک مسلمان کا موقف کیا ہونا چاہیے، اس کا مختصر ذکر کرنا ضروری ہے۔

ایک مسلمان انسانی طاقتوں کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتا ہے، ایک ہدایت یاب طاقت جو اللہ تعالیٰ پر پورا یقین رکھتی ہے اور اس کے نتیجے کی تاب ہے، یہی وہ طاقت ہے جو ہر طرح کے قوائد و اہل ادنیٰ مستحق ہے اور جس کا ساتھ دینا واجب ہے، دوسری وہ طاقت جو ہدایت یاب نہیں ہے اور جس کا حلقہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور نہ وہ اس کے نتیجے کی تاب ہے، یہ وہ طاقت ہے جس سے جنگ کرنا ناگزیر ہے اور جس کی مخالفت فرض ہے۔

مسلمانوں کو اس حقیقت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ گمراہ طاقت ہر اعتبار سے بہت مضبوط اور بڑی ہے، اس لئے کہ یہ خواہ کتنی ہی بیماری بھری بھری اور بڑی قدر ادا کیوں نہ ہو ہدایت کا سرچشمہ سمجھ دینے کے بعد اپنی اس دائمی غذا سے محروم ہو جاتی ہے جو اس کے وجود کا ضامن ہے اس کی مثال بالکل اس بیماری بھر کم جزوی ہے جو کسی روشن ستارے سے ٹوٹ کر الگ ہو جائے، لیکن وہ الگ ہونے کی سادہ ہی اپنی دشمنی اور طاقت کو دیتا ہے، خواہ اگلی

ضخامت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، حالانکہ اس روشن ستارے کے تمام اجزاء جب تک اس کے ساتھ متصل رہتے ہیں روشن اور چمکدار باقی رہتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

كَمْ مِنْ قَبْضَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فَئِدَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَمَتِي يٰ جِبْرِيْلُ جَمَاعَتِيں بَرِيًّا جَاعَتِيں بِرِ اللّٰهِ كَمْ مِّنْ قَبْضَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فَئِدَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ

یہ اس لئے کہ وہ قوت کے اصل سرچشمے سے متعلق رہیں اور اس سے برابر قوت اور مدد حاصل کرتی رہیں۔

لیکن فطری طاقتوں کے مقابل میں مسلمان کا موقف تقاروت اور دوستی کا موقف ہے۔ ذکر خوف اور عداوت کا، یہ اس لئے کہ انسانی اور فطری قوت و دلوں ہی اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مشیت سے صادر ہوتی ہیں اور اسی کے ارادہ و مشیت کی وہ تاب ہے اور اپنی تمام حرکات و توجہات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے والی ہیں۔

"بہاقتے"

سید محمد احسنی پرنسپل پبلشر و ایڈیٹر ناٹھی برقی پریس لکھنؤ میں چھپو اگر دفتر "تعمیر حیات" شنبہ تعمیر ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء سے شائع کیا۔

سفر کی پریشانیاں؟

اکثر سفر کے دوران آب و ہوا کی تبدیلی کا پیدا کرنے کی خواہش۔ نزلہ زکام اور کئی نئی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

شربت نزل

ان تمام تکالیف کو فوراً دور کرنا اور آرام پہنچانا ہے۔



دواخانہ طیبہ کالج سلیم یونیورسٹی علی گڑھ، اتر پردیش

اشاکٹ کے

خواہشمند حضرات

خط و کتابت

کریں

(۱) امین، امیر، ڈپٹی سیکریٹری، سلطان منزل، چین گنج، کانپور (۲) اودھ جنرل اسپتال، امین آباد، لکھنؤ

سول ایجنسیاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اجے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء)

دارالعلوم ندوۃ العلماء، عالم اسلام کا مشہور دینی علمی مرکز ہے جو ہر سال سے علم دین کی خدمت انجام دے رہا ہے اور اللہ اس کے فضلاء و ہندوستان اور بیرون ممالک میں علمی و دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ حقیقت نہایت قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر طرف کی فلاح و بہبود ان کے اس دین سے وابستہ ہے، جس کو لیکر حضور اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، مسلمان جس قدر اس حقیقت کی طرف توجہ کریں گے، اور جس قدر دینی کاموں میں دلچسپی اور بلند بھنپی سے حصہ لیں گے، اسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت و کامیابی کا فیصلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان تنصروا اللہ ینصروکم وینصرت إلیکم (ترجمہ) اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہارا مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

ہندوستان کے موجودہ حالات میں ایسے دینی اور علمی اداروں کا استحکام نہایت ضروری ہے جو سلام کی حفاظت اور مسلمانوں میں علم دین کی اشاعت کیلئے کوشش کر رہے ہیں۔ الحمد للہ کارکنان دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی اس جدوجہد میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قبولیت سے نوازے۔ اس وقت دارالعلوم میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ جنوبی افریقہ، مشرقی افریقہ، ملیشیا، تبت، نیپال وغیرہ کے بھی طلباء زیر تعلیم ہیں، طلباء کی مجموعی تعداد ۸۶۱ ہے، ان میں غیر ملکی ۵۰ ہیں اس سال غیر مستقیم طلباء کو تقریباً ۷۵ ہزار روپیہ کے وظائف (اسکالرشپ) دیئے گئے، حضرات مدرسین اور ائٹاف کی مجموعی تعداد ۶۰ ہے۔ اس وقت ندوۃ العلماء کے سالانہ اخراجات تقریباً ساڑھے تین لاکھ لاکھ میں شدید گرائی اور اس سے پیدا شدہ مشکلات کا اب ہر شخص کو خوب اندازہ ہو چکا ہے، اس صورت حال کا سخت اثر دارالعلوم پر بھی ہے، اور اسکو اپنے ضروری اخراجات پورا کرنے میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اجتماعی بڑے کام بغیر عوامی تعاون کے انجام نہیں پاتے، ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس اہم کام میں فیاضی و جوش و خروش کی ضرورت ہے خصوصاً رمضان المبارک میں صحیح روایات کے مطابق اس ماہ مبارک میں ہر عمل کا ثواب ستر گنا ملتا ہے، علم دین اور طالبان علم دین پر مسلمانوں کی جو پاک کمانی خرچ ہوگی انشاء اللہ وہ آخرت میں بڑے عظیم اور دنیا میں خیر و برکت کا باعث ہوگی، میں تمام مسلمانوں کو حضورنا اہل استطاعت سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ حسب حیثیت فراخ دلی سے دارالعلوم کی مدد فرما کر عند اللہ ماجور رہوں۔

رمضان المبارک اور اس کے علاوہ مختلف اوقات میں بعض حضرات اساتذہ و سفراء دارالعلوم کے سلسلہ میں مختلف علاقوں میں تشریف لے جاتے رہتے ہیں، مقامی طور پر اگر دردمند اہل خیر حضرات دلچسپی سے تعاون فرمائیں تو انشاء اللہ دارالعلوم کی اعانت کا بڑا کام ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی حمایت و نصرت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

نوٹ

جو حضرات براہ راست اپنی رقم بھیجیں وہ مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، رقم جمانے کی ہوں اسکی صراحت ضروری ہے، چک و ڈرافٹ پر بھی مندرجہ ذیل پتہ ہوگا۔

پتہ

ناظم صاحب ندوۃ العلماء ندوۃ لکھنؤ